وقائع

صاحبزادہ ساجد الرحمن

سید صباح الدین عبدالرحمن

برصغیر پاک و ہند کے نامور مورخ ، عالم اور محقق سید صباح الدین عبدالرحمن لکھنو میں سڑک کے ایک حادثے کی وجہ سے ۱۸/نومبر ۸۷ء کو وفات پاگئے ۔

انا لله وانا الیه راجعون

مرحوم ممتاز دانشور اور ایک صاحب طرز ادیب تھے ، برصغیر کی مسلم تاریخ پر ان کی کتب سند کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ معارف کے مدیر کی حیثیت سے ان کے قلم سے لکھے گئے شذرات مجلات کی تاریخ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں ۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کے ناظم کی حیثیت سے انھوں نے گراں قدر علمی و تحقیقی خدمات سر انجام دیں ۔ مرحوم کی وفات کی اچانک خبر سے ادارہ تحقیقات اسلامی کے جملہ رفقاء کو از حد رنج ہوا ۔ ادارہ میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا، جس کی صدارت بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ریکٹر جناب ڈاکٹر محمد افضل صاحب نے فرمائی ۔ اجلاس سے صدر تقریب کے علاوہ بہاول پور یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر مولانا محمد ناظم ندوی ، سلیمان اکیڈیمی پشاور کے ڈائریکٹر مولانا محمد اشرف، اسلامی یونیورسٹی کی شریعہ فیکلٹی کے ڈین پروفیسر ظفر اسحق ، پروفیسر قدرت الله فاطمی، کیبنٹ ڈویژن کے جوائنٹ سیکرٹری شاہ محی الحق فاروقی، مشہور صحافی جناب حسان

کلیمی اور ادارہ کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر شیر محمد زمان صاحب نے خطاب فرمایا، مقرّرین نے مرحوم کی علمی و تحقیقی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ـ

ادارہ تحقیقات اسلامی نے مولانا مرحوم کی گراں قدر علمی و تحقیقی خدمات کے اعتراف میں مجلہ فکرونظر کے جنوری تا مارچ کے شمارے کو اُن کیلئے مختص کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور یہ طے پایا ہے کہ اس نمبر کو تین ابواب میں تقسیم کیا جائے گا ـ باب اول مولانا مرحوم سے متعلق معلوماتی اور تاثراتی مضامین پر مشتمل ہوگا ـ باب دوم میں ان مقالات کو شامل کیا جائے گا جو مولانا کے علمی و تحقیقی کارناموں کے تجزیے سے متعلق ہونگے ـ تیسرے باب میں مولانا کے منہج تحقیق یعنی تصوف اور اسلامی تاریخ کے کسی بھی پہلو پر دستیاب تحقیقی مقالات شامل اشاعت ہونگے ـ ان شاء اللہ ـ

ہماری دعا ہے اللہ جل شانہ مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام سے سرفراز فرمائے ـ آمین ـ

تعارفی تقریب :

۲۰ دسمبر ۱۹۸۷ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام یونیورسٹی آڈیٹوریم میں تصوف کی امہات الکتب میں سے دو یعنی ,,الرسالة القشیریه،، اور ,, کتاب اللمع،، کے اردو ترجمے کی تعارفی تقریب منعقد ہوئی ـ یہ دونوں ترجمے معروف عالم و محقق ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب کے قلم سے ہیں اور ادارہ تحقیقات اسلامی سے شائع کئے گئے ہیں ـ تقریب کے مہمان خصوصی ہاؤسنگ اور تعمیرات کے وفاقی وزیر جناب حاجی محمد حنیف طیب تھے ، جبکہ صدارت کے فرائض بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ریکٹر جناب ڈاکٹر محمد افضل صاحب نے ادا کئے ـ ملک کے ممتاز

دانشور جناب پروفیسر مرزا محمد منور صاحب نے ,, کتاب اللمع،، کے حوالے سے صوفیہ کی تعلیمات اور طرز زندگی پر نہایت جامع گفتگو فرمائی ۔ ,, الرسالة القشیریه،، کے ترجمه پر ایک جامع تبصرہ جناب جسٹس شجاعت علی قادری صاحب کی طرف سے موصول ھوا، موصوف بوجوہ خود شرکت نہیں فرما سکے، اس لئے ان کی طرف سے بھیجا گیا مقالہ ادارہ کے محقق جناب ڈاکٹر محمد طفیل صاحب نے پڑھ کر سنایا ۔ دونوں کتابوں کے مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب نے خود بھی تصوف کی بنیادی کتب پر ایک عالمانه تعارفی مضمون پڑھا ۔

اسی مجلس میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے محقق ، ممتاز عربی دان اور ادیب جناب ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی صاحب نے ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب کی شخصیت سے متعلق اپنا ایک تاثراتی مضمون بعنوان ,,پیر صاحب،، پڑھا ۔ مضمون میں ضمناً ,,کتاب اللمع،، کے ترجمه پر مختصر تبصرہ بھی شامل ہے ، مضمون کی اھمیت کے پیش نظر اس کا پورا متن ذیل میں قارئین کی نذر کیا جاتا ہے!

پیـــر صــاحب

ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب کا نام میں نے سب سے پہلے اپنے استاد محترم ڈاکٹر صوفی محمد ضیاء الحق صاحب سے سنا ۔ ڈاکٹر صوفی صاحب مولانا اصغر علی روحی کے فرزند اور ان کے علمی جانشین ھیں ۔ عـــربی کے میدان میں ان کی زبان سے کسی کے لئے تعریفی کلمات کو ان کے تلامذہ ایک سند کا درجه دیتے ھیں ۔ چنانچه پیر صاحب کو دیکھنے سے قبل ھی میں گویا غائبانه ان کا مرید ھو

چکا تھا ۔ لیکن یہ اندازہ نہ تھا کہ ملاقات کے بعد اس ارادت میں کتنا اضافہ ہو جائے گا ۔

پہلی ملاقات کا شرف مجھے اب سے کوئی سات آٹھ برس قبل ادارہ تحقیقات اسلامی ھی کے توسط سے حاصل ہوا ۔ ادارہ ان دنوں سوک سنٹر والی عمارت میں تھا ۔ پیر صاحب جو آج بھی مجھ ایسوں کے مقابلے میں جوان ھیں، اس وقت جواں تر تھے ۔ صغانی کی ,, العباب الزاخر،، پر اپنے یادگار کام کے سلسلے میں بڑی پابندی سے روز ادارے کے کتب خانے میں آتے تھے ۔ وھیں یہ سعادت حاصل ہوئی ۔ میں ان دنوں قدیم عربی ادب پر کچھ کام کر رہا تھا ۔ نکلسن نے دور جاھلیت میں شاعر کی حیثیت سے متعلق لکھتے ہوئے ایک حوالہ میدانی کی ,, مجمع الامثال،، کے جرمن ترجمے کا دیا تھا جو سامنے نہ تھا اور یہ پتہ چلانا از حد دشوار ہو رہا تھا کہ میدانی نے یہ بات اس ضخیم تصنیف میں کہاں لکھی ہے ۔ میں نے اس الجھن کا ذکر پیر صاحب سے کیا تو فی الفور انھوں نے فرمایا یہ بات غالباً فلاں مثل کے تحت آئی ہے اور مثل کے الفاظ دھرا دیئے ۔ پھر فوری طور پر کتب خانے سے ,, مجمع الامثال ،، نکال کر مجھے وہ عبارت دکھا دی ۔ میں ان کے استحضار علمی اور قوت حافظہ پر حیران رہ گیا ۔ ایک آدھ اور مسئلے پر بھی انہی دنوں استفسار کا اتفاق ہوا اور ایسا ھی شافی جواب ملا ۔ ان کی علمیت جو پہلے شنیدہ کے ذیل میں آتی تھی اب دیدہ کے درجے تک پہنچ گئی ۔

دو سال قبل جب مجھے خود ادارے سے وابستہ ہو جانے کا موقع ملا تو پیر صاحب کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ۔ تب مجھے احساس ہوا کہ جو چیز ان کے علم سے بھی زیادہ متاثر کرنے

والی ہے وہ ان کی شخصیت اور کردار ہے ۔ اسلام آباد کی یخ بستہ صبحوں میں اس پیرانہ سالی ـــ (پیر صاحب کی پیدائش ۱۹۰۵ کے لگ بھگ کی ہے) ـــ کے باوجود وہ پابندی سے ہر روز کچھ فاصلہ پیدل اور کچھ بسوں میں طے کرکے ادارے کا کتب خانہ کھلتے ھی تشریف لے آتے تھے اور کسی سے کوئی غیر ضروری بات کئے بغیر ایک گوشے میں جو ان کے لئے مخصوص تھا بیٹھ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتے تھے ۔ ان کی پابندی وقت سے شاید بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہو کہ وہ ادارے میں ملازمت کرتے ھیں حالانکہ مختلف سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہنے کے بعد اب وہ ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے ھیں اور ان کے تمام علمی مشاغل خالص رضا کارانہ ھیں ۔

پیر صاحب کی شخصیت میں چونکہ مجھے ایک خاص جاذبیت محسوس ہوتی تھی اور ان کی صحبت میں دل کی کشادگی کا احساس ہوتا تھا اس لئے میں اکثر ان کے پاس کچھ وقت گزارتا تھا ۔ میں نے دیکھا کہ ان میں کم آمیزی کے ساتھ ساتھ دل آویزی بھی ہے ۔ کوئی نہ آئے تو وہ مدتوں خاموش اور خود مست بھی رہ سکتے ھیں لیکن کوئی آ بیٹھے تو کام چھوڑ کر پوری محبت اور شفقت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ بھی ہو سکتے ھیں ۔ کم از کم میرا تجربہ یہی رہا ہے کہ ھمیشہ میں نے خود ان سے اجازت لی ہے انہوں نے کبھی بھی مجھے تنگی وقت کا احساس نہیں دلایا ۔

پیر صاحب کو آغاز ھی سے ورزش اور پیراکی سے شغف رہا ہے جس کا اثر ان کی طبیعت اور مزاج پر آج بھی نظر آتا ہے ۔ ان کی طبیعت میں بلا کا استقلال ہے ۔ وہ پانی کے اس مسلسل ٹپکنے والے قطرے کی طرح سرگرم عمل رہتے ھیں جو بالآخر پتھر میں سوراخ کر

دیتا ہے۔ سخت جانی اور سخت کوشی ان کی فطرت ثانیہ ہے۔ بخار کی کیفیت ہے مگر پیر صاحب ادارے آ رہے ہیں اور کام مسلسل جاری ہے۔ ماہ رمضان میں پابندی صوم کے باوجود معمولات پر کوئی اثر نہیں ۔ طبیعت میں انتہائی تحمل اور ٹھہراؤ ۔ جلد بازی نام کو نہیں ۔ تکلف اور تصنع سے بری ۔ زندگی کے بارے میں رویہ نہایت مثبت اور حقیقت پسندانہ ہے۔ حالات سے دل برداشتہ یا مشتعل ہونا انہوں نے سیکھا ہی نہیں ۔ حالات کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں یہ جوئے کُہستان کی طرح اپنا راستہ نکال ہی لیں گے ۔ وہ جوئے کہستاں جس کے بارے میں علامہ اقبال فرما گئے ہیں :

رُکے جب تو سل چیر دیتی ہے یہ
پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ

پیر صاحب ,, کوشش بیہودہ بہ از خفتگی" کے قائل معلوم ہوتے ہیں ۔ وہ صحت جسمانی کا نسخہ بھی یہی بتاتے ہیں کہ بیٹھو مت ۔ آخر تک متحرک رہو ۔ ہر حال میں متحرک رہو خواہ آرام ہو یا تکلیف ۔ کام کے سلسلے میں ان کا کہنا ہے کہ بعض لوگ عمر کی ناپائیداری کو دیکھ کر ہر کام سے جی اچاٹ کر لیتے ہیں اور یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ موت سر پر کھڑی ہے کام سے کیا حاصل ۔ پیر صاحب کا خیال عین برعکس ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کام اسی لئے کرنا ضروری ہے کہ موت سر پر کھڑی ہے۔

پیر صاحب کے کردار میں دوئی کو دخل نہیں ان کے ظاہر و باطن کے درمیان خلیج نہیں جو زبان سے کہتے ہیں کامل دیانت داری سے اسی پر یقین رکھتے ہیں ۔ شاید ان کا حافظہ اسی لئے اتنا اچھا ہے کہ وہ جو کچھ زبان سے کہہ دیں اس کی پاسداری کا انہیں ازحد خیال رہتا ہے۔ کہہ کر بھول جانا ان کی سرشت سے دور

ہے ۔ معاملات کی صفائی میں آئینہ کردار ھیں ۔ پنسل کا ایک ٹکڑا بھی اگر کسی کا ان کے پاس رہ جائے تو چل کر جائیں گے اور اسے دے کر آئیں گے ۔ کسی سے کچھ مانگنا ان کی طبیعت سے کوئی مناسبت ھی نہیں رکھتا ۔ سردیوں کا موسم ھو جوڑوں میں درد ھو یہ ادارے سے پیدل چل کر چوک تک جائیں گے ۔ از خود اگر کوئی عقیدت مند سواری ٹھہرا لے تو دوسری بات ہے یہ ھرگز کسی سے نہ کہیں گے ۔ انھوں نے زندگی کے مسائل کو کبھی لفٹ نہیں دی لہذا لفٹ لینے کے بھی قائل نہیں ۔ ہر روز کاغذ قلم سب کچھ اپنا ساتھ لائیں گے ۔ ایک ورق بھی کہیں سے لینا پڑ جائے تو ان کے دل پر بار ھوگا ۔ ھاں مگر میں نے کئی بار پیر صاحب کے کاغذ پر ھاتھ صاف کیا اور دل پر کوئی بار بھی محسوس نہ کیا کیونکہ کچھ دیتے وقت پیر صاحب کی آنکھوں میں سبک سبک سی ایک روشنی ھوتی ہے جو لینے والے کے دل تک سرایت کر جاتی ہے ۔ زھیر نے کیا خوب کہا ہے :

تراه اذا مـا جئتـه ، متهـللا
كأنک تعطيـه الـذی أنت سـائلـه

,,اس شخص کے پاس تم آتے ھـو
تو مسرت کی چمک اس کے چہرے پر پاتے ھو
گویا جو کچھ تم اس سے مانگ رہے ھو
مانگ نہیں رہے بلکہ اسے دے رہے ھـو ،،

پیر صاحب نے ادارہ تحقیقات اسلامی میں سترہ برس اسی استقلال کے ساتھ صغانی کی ,, العباب الزاخر ،، کی تحقیق متن میں گزارے ۔ اور اسے بارہ جلدوں میں جو تقریباً چھ ھزار صفحات پر مشتمل ھیں مکمل کر دیا ۔ یہ ایک ٹیم کا کام تھا جو ایک فرد نے انجام دیا ۔ بدقسمتی سے ھمارے ھاں ابھی تک تحقیق متن کی اھمیت

تو درکنار اس بات کا شعور بھی عام نہیں ہو سکا کہ یہ کام ہوتا کیا ہے۔ عموماً لوگ یہ تصور کرتے ھیں کہ کسی پرانے مخطوطے کو ذرا صاف کرکے لکھ دینے کا نام ایڈیٹنگ یا تحقیق متن ہے۔ چنانچہ سوچتے ھیں کہ متون کے محقق برسوں کیا کرتے رھتے ھیں جبکہ کتابیں تو لکھنے والے لکھ گئے۔ انھیں یہ سمجھانا کس قدر دشوار ہے کہ بسا اوقات ایک کتاب کی تصنیف میں اتنا وقت اور محنت صرف نہیں ہوتی جتنی ایک قدیم مخطوطے کو صحیح معنوں میں زندہ کرنے پر صرف ھوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اپنے آباء کی کتابوں کو یورپ میں دیکھ کر دل سی پارہ ھوتا ہے مگر اس تلخ حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ علم کے ان نادر موتیوں کو کمال محنت سے نکھار کر پیش کرنے میں اھل یورپ کا حصہ ھم سے زیادہ ہے/کیا یہ امر لائق تاسف نہیں کہ وطن عزیز میں شاید آج ایک بھی ادارہ ایسا نہیں جو اس قدیم ورثے کے احیاء کے لئے وقف ھو۔ معذرت چاھتا ھوں میں کچھ دور نکل گیا :

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ھوتا ہے

بات ھو رھی تھی کہ یہ جانکاہ کام جس کی اھمیت کا احساس بھی عام نہیں پیر صاحب نے صلہ و ستائش، سود و زیاں ھر چیز سے بے نیاز ھو کر اس پر عمر عزیز کا ایک طویل حصہ صرف کر ڈالا۔ اگر کوئی ناشناس کبھی ان سے پوچھتا ہے کہ آپ کیا کام کر رہے ھیں ؟ تو کمال متانت سے صرف اتنا کہہ دیتے ھیں :,,یہ ایک ایسا کام ہے جو میں آپ پر واضح نہ کر سکوں گا "۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ھوگا کہ پیر صاحب نے اپنے علمی سفر کے آغاز میں بھی تحقیق متن کے سلسلے کا ایک اھم کام سر انجام دیا تھا جو ھنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں

هوا ۔ یہ شہرزوری کی ,, نزھۃ الارواح و روضۃ الافراح،، کے اس حصہ کی ایڈیٹنگ تھی جو مسلم فلاسفہ سے متعلق ہے۔ یہ پیر صاحب کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ تھا جس کے بارے میں یہ بات تاریخی ہے کہ اس پر پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۳۸ء میں سب سے پہلی پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری جاری ہوئی ۔ آپ کے گائیڈ مولوی محمد شفیع صاحب تھے اور ممتحنوں میں پروفیسر کرنکو شامل تھے ۔

ترجمے کا فن ۔ جو آج کی مجلس میں مرکزی حوالے کی حیثیت رکھتا ہے نہایت مشکل فن ہے۔ اگر محض لفظ کی جگہ دوسری زبان کا لفظ رکھ دیا جائے تو ترجمہ ناقابل فہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی ترجمہ محض کے بارے میں اکبر الہ آبادی نے کہا ہے :

اگر ترجمہ ہو تو مطلب ہو خبط
معانی میں پیدا نہ ہو ربط ضبط

لہذا ضروری ہے کہ ترجمہ کرنے والا دونوں زبانوں کے اسالیب پر قادر ہو ۔ پھر جب ترجمہ عربی سے کیا جائے تو معاملہ اور بھی کٹھن ہو جاتا ہے کہ دوسری زبان میں ڈھالنا تو بعد کی بات ہے عربی زبان کی پیچیدگیوں اور نزاکتوں کو سمجھنا ھی ہر شخص کے بس کی بات نہیں ۔ ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب نے اس میدان میں بڑے اھم کام کئے ۔ ان کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب کی فہرست خاصی طویل ہے جن میں تراجم خاصے نمایاں ھیں ۔ صرف تصوف ھی کے موضوع کو لے لیجئے انھوں نے الابریز، التعرف لمذھب اھل التصوف، الرسالۃ القشیریۃ، اور کتاب اللمع جیسی اھم اور بنیادی کتب کو اردو کا جامہ پہنایا ۔ ان میں سے آخر الذکر دونوں ترجمے جو ادارہ تحقیقات اسلامی سے شائع ہوئے آج کی گفتگو کا موضوع ھیں ۔ راقم الحروف کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ,, کتاب اللمع،، کے اردو ترجمہ کی اشاعت

کے سلسلے میں کچھ حقیر سی خدمات انجام دینے کا موقع ملا ۔ نامناسب نہ ہوگا اگر چند تعارفی کلمات اس یادگار کتاب کے بارے میں یہاں عرض کر دیئے جائیں ۔

,,کشف المحجوب» ، ,, الرسالة القشيرية» ، ,,فتوح الغیب» اور ,,عوارف المعارف» کے ساتھ ,,کتاب اللمع» کا شمار تصوف اسلام کی پانچ امہات الکتب میں کیا جا سکتا ہے بلکہ کتاب اللمع کو ان میں اولیت کا شرف حاصل ہے ۔ نکلسن نے سب سے پہلے اس اہم کتاب کی طرف توجہ دی اور ۱۹۱۴ء میں ان کی تحقیق کے ساتھ اس کا عربی متن شائع ہوا ۔ تاہم جو دو نسخے نکلسن کے استعمال میں تھے دونوں ناقص تھے ۔ خوش قسمتی سے بانکی پور سے ایک تیسرا نسخہ مل گیا جو نہ صرف ان دونوں نسخوں سے قدیم تر تھا بلکہ اس میں متن کا وہ حصہ بھی شامل ہے جو ان دونوں سے غائب تھا ۔ نکلسن کی توجہ اس نقص کی طرف دلا دی گئی تھی لیکن ان کی یادداشتوں کی مدد سے اس حصہ کی تحقیق و اشاعت کی تکمیل ان کے شاگرد پروفیسر آربری کے حصہ میں آئی ۔ پیر صاحب کے ترجمے میں نکلسن اور آربری دونوں کے تحقیق کردہ متن شامل ہیں ۔ چنانچہ یہ ,, کتاب اللمع » کے مکمل متن کا ترجمہ ہے ۔ ,,کتاب اللمع» کا ایک اور ترجمہ جو لاہور سے شائع ہوا اس اعتبار سے مکمل نہیں ۔ پیر صاحب کے ترجمے کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نکلسن کے تحقیق کردہ متن کی ترتیب کو بحال رکھتے ہوئے عربی متن کے حوالے ساتھ ساتھ مہیا کر دیئے گئے ہیں جس سے ضرورت کے وقت اصل کے ساتھ موازنہ نہایت سہل ہے ۔ نکلسن نے اپنے مقدمے میں بعض اعتراضات اٹھائے تھے ، پیر صاحب نے ان کا جواب دینے کا بھی اہتمام کیا ہے نیز نکلسن کے حواشی کے علاوہ اپنی طرف سے بیش قیمت

جواشی کا اضافه بهی فرمایا ہے۔ اور نکلسن کی بعض اهم غلطیوں کی نشان دهی بهی کی ہے۔ اس ترجمے کے آخر میں اماکن ، قبائل ، کتب ، اور اشخاص کا جو اشاریه شامل اشاعت کر دیا گیا ہے اس سے اس کی افادیت میں بہت اضافه هو گیا ہے۔ کیفیت ,, غین » پر پیر صاحب کا مفصل نوٹ جو شامل اشاعت ہے وہ بهی ایک خاص چیز ہے۔

سامعین! پیر صاحب کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں کی حکایت لذیذ تهی لہذا کسی حد تک ,, دراز تر گفتم» کے ذیل میں جا پڑی ۔ اگرچه ان کے اوصاف حمیده کی وسعت کے پیش نظر یه هنوز تشنه و مختصر ہے۔ تاهم اس احساس کے ساتھ که آج کی بزم میں مجھ سے بہت بہتر لوگوں کو اظہار خیال کرنا ہے۔ اور مجھے زیاده وقت نه لینا چاهیئے میں اپنی معروضات کو سمیٹتا هوں اور اختتام ابوالعلا معری کے ایک شعر پر کرتا هوں جو ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب کو دیکھ کر یاد آنا چاهیئے :

وانـی وان کنت الأخـیر زمـــانه
لآت بمـا لـم تستطـعـه الأوائل

,,میں وه هوں که هر چند میرا زمانه بعد کا ہے مگر میں وه کام کر دکهاؤں گا جو اگلوں سے نه بن پڑا » .